﴿ویَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِرَبِّیْ﴾

انسان جسم وروح کا مجموعہ ہے

ازافادات

حضرت مولانا **پیر ذوالفقار احمد صاحب** نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

فہرست عناوین

شمار	عناوین	صفحہ
۱	عالم خلق کی تعریف	۸
۲	انسان کا جسم کونسے عالم کا ہے؟	۹
۳	جسم کی حیثیت	۹
۴	انسان کا وطن اصلی	۱۰
۵	تباہی کی دو چیزیں	۱۱
۶	مؤمن کا ارادہ	۱۱
۷	نفس کو کیسے قابو کریں	۱۲
۸	باطنی علم کس نے کھولا؟	۱۲
۹	باطنی علم سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟	۱۳
۱۰	نکتہ کی ایک بات	۱۳
۱۱	روح کی حقیقت	۱۴
۱۲	لطائف کی جگہیں	۱۵
۱۳	لطائف کی مثال	۱۶
۱۴	ایک سوال	۱۷
۱۵	ذکر قلبی کا ثبوت	۱۸
۱۶	اللہ نے مشائخ پر کیا کھولا؟	۱۹
۱۷	باطنی نعمت صحابہ کو کیسے ملی	۱۹
۱۸	کس کی کیا ذمہ داری؟	۲۰
۱۹	لطائف کی نشاندہی	۲۱
۲۱	لطیفۂ قلب پر ذکر کا طریقہ	۲۱
۲۲	ایک مثال	۲۳
۲۳	مراقبہ کتنا کریں؟	۲۳
۲۴	انتظار کی گھڑیاں	۲۴
۲۵	مراقبہ صرف بیٹھ کر ہی کرسکتے ہیں؟	۲۵
۲۶	حضرت مولانا حسین علی	۲۶
۲۷	ایک واقعہ	۲۷
۲۸	ہر چیز کا ایک معیار ہے	۲۸
۲۹	یاد والے آج بھی ہیں	۲۹
۳۰	لذتوں کی دنیا	۳۱
۳۱	لمحات اعتکاف کی قدر کریں	۳۲
۳۲	بچے سے سبق حاصل کریں	۳۲
۳۳	ہرن کا جوبن	۳۳
۳۴	ہمت وکوشش سے کام بنتا ہے	۳۳
۳۵	فنائیت والے کا حال	۳۵

اللہ اللہ اللہ اللہ

اقتبـــــاس

یہ ''تصوف وسلوک'' کوئی اجنبی چیز نہیں یہ خالص عربی چیز ہے قرآن مجید میں اس کو ''تزکیہ اوراحسان'' کے نام سے یاد کیا گیا گوکہ وقت کے ساتھ ساتھ جب مشائخ نے اس پورے علم کومدون کیا تواس کا نام ''تصوف'' مشہور ہوگیا، یہ ایسا ہی ہے جیسے آج جو ہم اعمال ظاہرہ کرتے ہیں ان کوفقہا نے نبی علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد قرآن اوراحادیث کے اندر سے اکٹھا کرلیا یہ ہیرے اورموتی ہیں جوانہوں نے قرآن اورحدیث میں سے نکالے توفقہانے کوئی نئی چیز ''بنائی'' نہیں بلکہ انہوں نے شریعت کی باتیں ''بتائی'' ہیں بنانے میں اوربتانے میں بڑافرق ہے تو انہوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں بنایا، جوشریعت میں موجود تھا جس تک ہر بندے کا دماغ نہیں پہنچ سکتا تھا انہوں نے احسان کیا اپنے بعد آنے والوں پر کہ انہوں نے ہیرے موتی کو یکجا کردیا۔

﴿ازافادات﴾

حضرت مولانا پیر
حافظ ذوالفقاراحمدصاحب
نقشبندی مجددی زیدمجدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْد......!

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ☆بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

﴿ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِرَبِّیْ ﴾

(سورہ بقرہ)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

انسان دوچیزوں کا نام ہے ایک جسم اوردوسراروح۔
جسم عالم خلق میں سے ہے اورروح عالم امر میں سے ہے۔

عالم خلق کی تعریف

''عالمِ خلق'' کہتے ہیں وہ جہان کہ جس کی چیزوں کواللہ رب العزت نے تدریجا بنایا جیسے زمین، آسمان، ﴿خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ﴾ اللہ نے زمین کودودن میں بنایا آسمان زمین کو﴿فِیْ سِتَّۃِ اَیَّام﴾ چھ دن میں بنایا جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں تدریجا پیدا ہوتا ہے، بیج تدریجا پودا بن کردرخت بنتا ہے، اس دنیا میں آپ جس چیز کوبھی دیکھیں گے وہ تدریجا اپنے کمال کوپہنچتی ہے، اس کوعالم خلق کہتے ہیں۔

ایک ایسا بھی جہان ہے کہ جس کی چیزوں کواللہ نے ''کُن'' سے پیدا کیا ﴿اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَااَرَادَ شَیْئًااَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ چنانچہ فرشتہ، جنت، جہنم، لوح محفوظ، عرش یہ جتنی بھی چیزیں ہیں یہ ''کن'' سے پیدا ہوئی ہیں اس کوعالم امر کہتے ہیں، توایک ہوا عالم خلق اورایک ہوا عالم امر۔

انسان کا جسم کونسے عالم کا ہے؟

انسان کا جسم عالم خلق میں سے ہے ماں کے پیٹ میں پیدا ہوتا ہے نو مہینے لگتے ہیں، پھر بچہ ہوتا ہے تو اٹھتا ہے چلتے ہوئے کئی مہینے لگتے ہیں پھر اٹھارہ بیس سال میں جوان ہوتا ہے، پھر بتیس سال میں بھرپور جوانی، پھر بڑھاپا تو اس کی زندگی تدریجاً گذرتی ہے یہ انسان کا جسم ہے۔

لیکن اس کے اندر جو روح ہے وہ عالم امر کی چیز ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ اے میرے پیارے حبیب ﷺ آپ سے یہ روح کے بارے میں پوچھتے ہیں ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے ﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ اور تمہیں بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جسم اور روح مل کر انسان بنتے ہیں تو انسان دونوں عالم کا مجموعہ ہے، جسم عالم خلق کا اور روح عالم امر کی دونوں مل کر انسان بنا۔

جسم کی حیثیت

مگر جسم کی حیثیت سواری کی مانند ہے روح کی حیثیت سوار کی مانند ہے جسم کی حیثیت مکان کی مانند ہے روح کی حیثیت مکین کی مانند ہے، جسم نقلی انسان ہے روح اصلی انسان ہے، اسلئے جب روح نکل جاتی ہے تو لوگ اس کو انسان کہنے کی بجائے پھر میت کہنا شروع کر دیتے ہیں، نام نہیں لیتے مثلاً اسلم صاحب کو نہلا دو، اسلم صاحب تو چلے گئے اب پیچھے صرف مکان (جسم) رہ گیا اب کہتے ہیں جی میت کو اٹھاؤ میت کو پہنچاؤ اصلی انسان (روح) چلا جاتا ہے۔

اب یہ جو انسان ہے اس کو اس دنیا میں زندگی گذارنی ہے تو اس کی زندگی گذارنے میں اس کو بہت ساری چیزیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں دنیا کی چکا چوند دنیا کی لذتیں وہ انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں، کہتی ہیں کھاؤ پیؤ مزے اڑاؤ دعوت دیتی ہیں تو انسان اس میں لگ کر کئی مرتبہ اپنے مقصد اصلی کو بھول جاتا ہے

انسان کا وطن اصلی

انسان یہاں کا رہنے والا نہیں ہے انسان جنت کا رہنے والا ہے وہاں سے یہاں آیا آدم علیہ السلام کو جنت سے بھیجا گیا اسلئے جب واپس مؤمن جنت میں جائے گا تو اللہ نے یہ نہیں کہا کہ اس کو جنت کا مالک بنا دیں گے فرمایا ﴿اُوْرِثْتُمُوْهَا﴾ وارث بنا دیں گے، وراثت تو باپ دادا کی ہوتی ہے، لہذا یوں کہہ سکتے ہیں کہ جنت ہمارے باپ کی جائیداد ہے (آدم علیہ السلام کی) تو ہم اگر اپنے والد کے صحیح بیٹے بن کر رہیں تو ہمیں وراثت میں سے حصہ ملنا ہی ملنا ہے، وہ تو پہلے سے اللہ نے ہمارے نام کی ہوئی ہے، لہذا ہمارا وطن اصلی جنت ہے اور دنیا ہمارے لئے وطن اقامت کی مانند ہے، بس یہاں کچھ وقت گذاریں گے ہر ایک کی مہلت متعین ہے اور اس کے بعد سب اپنے وطن اصلی کی طرف جائیں گے اور واقع پردیس میں انسان جائے تو وطن کی طرف دل لگا رہتا ہے، وطن یاد آتا ہے نبی علیہ السلام نے بھی یہی کہا کہ (اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَاسْتِعْدَادُ الْمَوْتِ قَبْلَ النُّزُوْلِ) مؤمن کا بھی یہاں یہی حال ہوتا ہے اس لئے مؤمن پھر یہاں سے اپنے اصلی گھر کی طرف جاتا ہے۔

تباہی کی دو چیزیں

اب یہ انسان جو دنیا میں آکر پھنستا ہے اس کو دو چیزیں پھنسانے والی ہیں

......ایک ''نفس'' ہے جس کا کام لذتیں لینا ہے، وہ کہتا ہے مجھے انجوئے کرنا ہے مجھے صرف مزے اڑانا ہے

......اور ایک ہے ''شیطان'' جو اس کا بیرونی دوست ہوتا ہے وہ اس نفس کے ذریعہ سے انسان کو دنیا میں لگا دیتا ہے، جہاں تک شیطان کے اپنے ہتھکنڈے ہیں وہ کمزور ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا﴾ اور جو نفس کے ہیں اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتے ہیں ﴿اِنَّ كَيْدَ

کُنَّ عَظِیۡمٌ﴾ کہ تمہارے مکر بہت بڑے ہیں تو جہاں نفس انسانی کا معاملہ تو عظیم کا لفظ استعمال کیا جہاں شیطان کا معاملہ تو ضعیف کا لفظ استعمال کیا، اس کا مطلب یہ کہ گرو گھنٹال نفس ہے اصل یہ ہے، مگر شیطان اس کو تلی لگا دیتا ہے یوں سمجھیں کہ ماچس کی تلی کے اندر آگ بھری ہوتی ہے رگڑ لگنے کی دیر ہوتی ہے نفس کے اندر خباثت بھری ہوتی ہے شیطان بس رگڑ لگا دیتا ہے آگے پھر بندہ خود ہی گناہ کے اوپر آمادہ ہو جاتا ہے۔

تو شیطان انسان کے نفس کے ذریعہ سے انسان کو اللہ سے دور کرتا ہے دنیا میں لگاتا ہے سیدھے راستے سے ہٹاتا ہے اور اللہ تعالی کا نافرمان بناتا ہے۔

مؤمن کا ارادہ

اب مؤمن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ میں اللہ کا فرمانبردار بنوں تو فرمانبردار بننے کا کیا طریقہ ہو؟ تو فرمانبردار بننے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی اصلاح کرے نفس کا حال دودھ پیتے بچے کی مانند ہے بچے کو دودھ چھڑاؤ تو روتا ہے لیکن سختی کرو تو پھر تھوڑے دنوں میں دودھ چھوڑ کر روٹی کھانے لگ جاتا ہے اور اگر روتا ہے دودھ پلاؤ تو وہ دو سال میں تو کیا چھوڑے گا وہ پھر چھ سال میں بھی جا کر نہیں چھوڑے گا لہذا ہم نے ایسے بچوں کو دیکھا ہے جو چھ چھ سال کی عمر میں فیڈر پیتے ہیں سبحان اللہ، ان کے ماں باپ پیار کی وجہ سے ان کو چھڑواتے نہیں،

تو نفس کا بھی یہی حال ہے کہ بس کہتا ہے جو میں لذت لے رہا ہوں مجھے آپ لینے دیں ڈسٹرب نہ کریں، تو اس کے گلے میں شریعت کا ہم نے پھندا ڈالنا ہے، لگام ڈالنی ہے تاکہ اس کو ہم شریعت کے راستے پر لے کر چلیں یہی ہمارا کام ہے، دنیا میں شیطان زور لگاتا ہے کہ نفس کی بات مان کر چلو بس دنیا میں مزے کرو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ شیطان کی بات نہ مانو رحمٰن کی بات مانو ﴿اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡکُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ اِنَّهٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ﴾ یہ ہے سیدھا راستہ، تو سیدھے راستے پہ چلنے کے لئے ہمیں

4

اللہ کے راستے پہ چلنا ہے نفس کو ہمیں قابو کرنا ہے۔

نفس کو کیسے قابو کریں؟

نفس کو کیسے قابو کریں؟ اس کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے نبی علیہ السلام کی وساطت سے امت کے اوپر علوم کے بہت بڑے بڑے باب کھولے جو کچھ امت کو ملا نبی علیہ السلام کے صدقہ سے ملا نبی علیہ السلام نے فرمایا (اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعۡطِیۡ) میں تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا تو اللہ ہے، تو اللہ نے آپ کو علم دیا کتنا دیا ﴿وَعَلَّمَکَ مَالَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ﴾ اتنا دیا اتنا دیا کہ بس اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنا دیا۔

باطنی علم کس نے کھولا؟

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر انبیاء کے ذریعہ سے کھولا اور بات اس طرح چلی کہ جسم کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں آج کل کافی ڈاکٹر ہیں اسپیشلسٹ ہیں آنکھ کے اور ناک کے کان کے ہر ہر عضو کے ماہر دنیا میں موجود ہیں، روح کے ماہر کہاں گئے وہ بھی تو ہونے چاہئیں؟ تو انبیاء کرام روح کے اسپیشلسٹ بن کر آتے ہیں وہ بندوں کے اندر اللہ کی محبت بھرنے کے لئے ان کو اللہ کا راستہ بتانے کے لئے آتے ہیں،

اس کو چھوٹی سی مثال سے میں عرض کروں کہ سورج کی روشنی سے فائدہ اٹھانے کے طریقے اور پانی سے فائدے لینے طریقے اور، ہوا سے فائدے لینے کے طریقے اور، مٹی سے فائدے لینے کے طریقے اور، آگ سے فائدے لینے کے طریقے اور، ہر چیز سے فائدے لینے کے طریقے الگ الگ ہیں۔

اب ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات سے فائدے لینے کے طریقے کیا ہیں؟ یہ بات سمجھانے کے لئے انبیاء تشریف لائے انہوں نے آگے سمجھایا کہ لوگو! جس طرح زندگی میں گذار رہا ہوں اگر تم بھی اس طرح زندگی گذارو گے تو تم اللہ تعالی کی ذات سے سب سے زیادہ فائدے پانے

والے بن جاؤ گے، یہ بات انبیاء نے کھولی، یہ جو فرمایا نا کہ میری اتباع کرو تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے مقصود اس کا یہی ہے کہ میری اتباع کرو تم اللہ سے بہت زیادہ فائدے پانے والے بن جاؤ گے، تو اب ہم کیسے فائدہ پانے والے بنیں؟ اسکے لئے نبی علیہ السلام نے اصلاح کے طریقے بتائے۔

باطنی علم سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟

پہلی بات تو یہ کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ [اِنَّ فِیْ جَسَدِبَنِیْ آدَمَ لَمُضْغَۃً] انسان کے جسم میں گوشت کا لوتھڑا ہے [اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَافَسَدَتْ فَسَدَالْجَسَدُ کُلُّہٗ] جب وہ سنورتا ہے تو پورے جسم کے اعمال سنورتے ہیں اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورے جسم کے اعمال خراب ہوتے ہیں [اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ] جان لو کہ وہ انسان کا دل ہے، اب دل کو کیسے سنوارا جائے؟ یہ مستقل ایک کام ہے تو اس کے لئے انبیائے کرام پر اللہ تعالی نے علوم کو کھولا ہمیں تو بتا دیا کہ ﴿ وَمَآاُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّاقَلِیْلًا ﴾ کہ تمہیں تو تھوڑا علم دیا لیکن انبیاء کرام پر تو اللہ نے علوم کو کھولا جیسے حروف مقطعات کا ہمیں علم نہیں لیکن انبیاء کرام پر اللہ نے حروف مقطعات کے علم کو کھول دیا، ہمیں اسماء الٰہی کی حقیقتوں کا پتہ نہیں ہے لیکن اللہ نے اپنے انبیاؤں پر اُن کی حقیقتوں کو کھولا، تو اسی طرح روح کی حقیقت کو بھی اللہ نے انبیاء پر کھولا اور انہوں نے بتلایا کہ کونسی چیز اس کے لئے فائدہ مند کونسی چیز اس کے لئے نقصان دہ ہے۔

نکتہ کی ایک بات

نکتہ کی ایک بات سمجھائی کہ دیکھو جہاں سے نفس کی لذت کی ابتداء ہوتی ہے وہاں اللہ کی محبت کی ابتداء ختم ہوتی ہے، یعنی نفس جہاں لذت لینا شروع کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ اللہ کی محبت کی لذت کی حدیں یہاں ختم ہو گئیں، تو انبیاء نے یہ بات آ کر سمجھائی۔

موسی علیہ السلام نے پوچھا اللہ آپ تک آنا چاہتا ہوں کیسے آؤں فرمایا ''دَعُ

نَفُسَکَ وَتَعَالَ'' اپنے نفس کو چھوڑ دے میرے تک آجا نفس کو چھوڑنے سے کیا مراد؟ کہ نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے اس کو شریعت کی لگام ڈال دے میرے تک آجا، بایزید بسطامیؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی تک کا راستہ دو قدم ہے، کسی نے پوچھا حضرت دو قدم سے کیا مراد؟ تو فرمایا، تو پہلا قدم اپنے نفس پر رکھ لے تیرا دوسرا قدم اللہ تعالی تک پہنچ جائے گا، تو بات تو ہے سیدھی سیدھی کہ ہمیں نفس کو سیدھا کرنا ہے اللہ تعالی کا تعلق حاصل کرنا ہے مگر اس کے لئے اللہ تعالی نے امت کے جو مشائخ تھے جو اس فیلڈ کے لوگ تھے اللہ تعالی نے کشف کے ذریعہ ان پر بھی حقیقتوں کو کھولا ہمارے بزرگوں نے اس کو باقاعدہ کتابوں میں لکھا۔

روح کی حقیقت

تو روح کی حقیقت جو کھلی تو پتہ یہ چلا کہ روح کا تعلق انسان کے جسم میں بعض جگہوں سے خاص ہے باقی ساری جگہوں پر عام ہے اس کی مثال ایسے سمجھیں کہ یہ لائٹ جل رہی ہے تو لائٹ کا تعلق اس پورے کمرے کے ساتھ عام ہے لیکن جہاں بلب ہے وہاں پر اس کا تعلق خاص ہے، جب بندہ کبھی دور سے دیکھتا ہے نا تو بلب کئی دفعہ نظر ہی نہیں آتا پورا کمرہ ہی بلب نظر آتا ہے، آپ ذرا دور سے دیکھیں کسی کمرے کو تو لائٹیں الگ الگ نظر نہیں آتیں بلکہ ایسا لگتا ہے جیسے روشنی کا پورا ایک فٹ بال بنا ہوا ہے تو روشنی کا تعلق کمرے کے ساتھ عام اور جہاں بلب ہے وہاں پر خاص تو انبیاء نے بھی یہی بتایا ان کے نائبین جو تھے مشائخ انہوں نے یہی بات کھولی کہ دیکھو روح کا تعلق پورے جسم کے ساتھ عام اور بعض جگہوں کے ساتھ خاص یہ کیسے؟ فزیکلی بھی ایسے ہی ہوتا ہے آپ دیکھیں ڈاکٹر لوگ انسان کی جسمانی حالت کا پتہ کرنا چاہتے ہوں تو اسکا ای سی جی کرتے ہیں تو ای سی جی کرنے والے کیا کرتے ہیں، بندے کو لٹا دیتے ہیں ایک پک اپ یہاں لگا دیتے ہیں دو چار اِدھر اُدھر لگا دیتے ہیں وہ مختلف ہوتی ہیں آپ ان سے پوچھیں کہ بھئی یہاں کیوں لگا رہے ہیں وہ کہیں گے کہ انسان کے جسم کا جو نظام کام کر رہا ہے اس کے جو سگنل جا رہے ہیں ان سگنل کا پورے جسم کے ساتھ عام تعلق ہے اور چند

جگہوں کے ساتھ خاص تعلق ہے، ہم وہ خاص جگہ سے پوئنٹ پک اپ کر کے پورے جسم کی حالت بتا سکتے ہیں کہ نظام جسم کیسا چل رہا ہے؟

مشائخ نے بھی کہا کہ بالکل اسی طرح انسان کی جو رح کا تعلق ہے جسم کی چند جگہوں کے ساتھ خاص ہے اور پورے جسم کے ساتھ عام ہے۔

لطائف کی جگہیں

انسان کے سینے کے اندر پانچ جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں روح کا تعلق خاص ہے تو ان جگہوں کی نشاندہی بھی ہونی چاہیئے، انہوں نے جگہوں کی نشاندہی بھی کردی اور جگہوں کے نام بھی رکھ دیئے لہذا اور آسانی ہوگئی انہوں نے کہا کہ پہلا جو ہے جس جگہ خاص تعلق ہے روح کا اس کا نام ہے ''لطیفۂ قلب''

(۱)......''لطیفۂ قلب'' وہ انسان کی بائیں جانب جو پستان ہے اس کے دو انگل نیچے مائل بہ پہلو ہے۔

(۲)......اور دوسرے لطیفے کی جو جگہ ہے وہ ہے بائیں پستان کے دو انگل نیچے مائل بہ پہلو اور اس کا نام انہوں نے روح ہی رکھ دیا یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ہم سارے کے سارے کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہیں لیکن تاشقند میں مجھے ایک بندہ ملا اسکا نام ماں باپ نے مسلمان رکھا ہوا تھا تو سارے ہی مسلمان ہوتے ہیں لیکن اس کا نام ماں باپ نے مسلمان رکھ دیا تو اسی طرح روح تو ساری ہی روح ہے لیکن اس جگہ کا نام خاص طور پر ''لطیفۂ روح'' رکھ دیا۔

(۳)......تیسرا، انسان کے بائیں پستان کے اوپر مائل بسینہ اس کا نام انہوں نے ''لطیفۂ سِر'' رکھا۔

(۴)......چوتھا لطیفہ انسان کا جو دایاں پستان ہے اس کے اوپر مائل بسینہ اس کا نام انہوں نے ''لطیفہ خفی'' رکھا۔

(۵)......اور پانچواں لطیفہ سینہ کے وسط میں ہے اس کا نام انہوں نے ''لطیفہ اخفی'' رکھا۔

اب یہ جو الفاظ کا چناؤ ہے یہ ہے ہمارے بزرگوں کا ہے، جن کو کشف کے ذریعہ

یہ بات بتائی گئی لیکن جو الفاظ انہوں نے چنیں وہ قرآن اور حدیث سے ہی چنے یعنی قرآن اور حدیث سے باہر نہیں گئے، قلب کا لفظ قرآن میں، روح کا لفظ قرآن میں، یعلم السر واخفی، خفی کا لفظ قرآن میں تو پانچوں لطائف کے لفظ تو قرآن سے لئے لہذا قرآنی الفاظ لے کر انہوں نے لطائف کے نام رکھ دیئے یہ قلب ہے یہ روح ہے یہ سر یہ ہے خفی ہے یہ اخفی ہے۔

تو پانچ لطائف انسان کے سینے میں ہیں اور انہوں نے کہا کہ اگر ان جگہوں پر انسان محنت کرے تو انمیں سے ہر ہر جگہ پر اس کو ذکر کا ادراک ہوسکتا ہے، یہ پانچوں جگہیں جو ہیں ان کو انہوں نے لطائف کہا لطیفہ جو ہے یہ باریک چیز کو کہتے ہیں ہنسنے والی بات کو بھی لطیفہ کہتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ بھی لطیفہ اس لئے کہلاتی ہے اس میں ایک باریک سا نکتہ ہوتا ہے جو بندے کو ہنسا کے رکھ دیتا ہے، ویسے جس میں باریکی ہو اس کو لطیفہ کہتے ہیں، تو یہ ہمارے پانچ لطائف ہیں۔

اب یہ لطائف جو ہیں ان کو اگر انسان چاہے تو محنت کر کے جگا سکتا ہے اس جگہ پر وہ ذکر کی کیفیت کو محسوس کرسکتا ہے، اسکے لئے محنت کرنی پڑتی ہے، اور وہاں سے ذکر محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

لطائف کی مثال

اب اس کی مثال ایسے کہ اگر کسی کے پاس ریڈیو ہے تو ریڈیو کی نوب یوں چلاؤ تو وہ نوب چلتے چلتے سوئی جہاں جہاں پہنچتی ہے وہاں مختلف اسٹیشن پر خبریں اور پروگرام چل رہے ہوتے ہیں مثلا وائس آف امریکہ کی آواز آتی ہے آگے پیچھے کر دیتے ہیں تو بی بی سی کی آواز آنے لگتی ہے جو لوگ سننے کے ماہر ہوتے ہیں وہ ریڈیو ہاتھ میں لیتے ہیں اسے گھماتے ہیں اسی وقت بی بی سی بولنا شروع کر دیتا ہے ہم سارے دن لگے رہیں تو بھی ہمیں پتہ نہ چلے مگر انکو مشق ہوتی ہے، کہیں وائس آف امریکہ، کہیں بی بی سی، کہیں مکہ مکرمہ، کہیں لاہور، کہیں دہلی، سوئی تھوڑی تھوڑی جگہوں پر ذرا سی پہنچتی ہے آواز آنی شروع ہو جاتی ہے، حالانکہ ایک ہی مشین ہے ایک ہی اینٹینا ہے لیکن آواز آگے آتی ہے نہ پیچھے آتی ہے خاص جگہ پر

آتی ہے، تو ہمارے بزرگوں نے بھی کہا کہ بالکل اسی طرح آپ کے سینے کے اندر بھی ایک میڈیم ویو ہے گویا ریڈیو سسٹم اگر بائیں طرف توجہ کی سوئی ٹکاؤ گے تو یہاں سے تمہیں اللہ اللہ کی آواز آئے گی پھر دوسری طرف ٹکاؤ گے تو یہاں سے بھی اللہ اللہ پھر لطیفۂ سر سے پھر خفی سے پھر اخفی سے تمہیں اللہ نے ایک سینہ میں پانچ جگہیں ایسی دیدی ہیں محنت کرو تو جیسے پانچ اسپیکر چل پڑتے ہیں آپ یوں سمجھیں کہ انسان کے سینے میں پانچ اسپیکر چل رہے ہیں، وہاں سے اس کو اللہ اللہ کا ادراک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ایک سوال

اچھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ادراک کیا ہوتا ہے؟ ادراک ایسے ہے کہ آپ دیکھیں کئی مرتبہ گھر بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ کہتے ہیں گھنٹی ہوئی تو بیوی کہتی ہے نہیں، گھنٹی تو نہیں ہوئی آپ کہتے ہیں گھنٹی ہوئی بیوی کہتی ہے نہیں ہوئی آپ محسوس کرتے ہیں کہ میں باہر جا کر دیکھوں، باہر جاتے ہیں تو کوئی بندہ کھڑا ہوتا ہے تو آپ کہتے ہیں دیکھو میں نے محسوس کر لی تم نے نہیں کی، اسی طرح اللہ رب العزت نے انسان کے جو باطن کا ذکر ہے اس کی فریکوینسی کو انسان کے اپنے ساتھ میچ کر دیا ہے، بندے کا ریسورا سے پک کر لیتا ہے اور دوسروں کا ریسورا سے پک نہیں کر سکتا، اب دیکھیں، مثال دیتا ہوں میری جیب میں سیل فون ہے جب اس پر کول آئے گی تب گھنٹی بجے گی حالانکہ دس فون ہوں گے یہاں کسی کی گھنٹی نہیں بجے گی تو کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ ہماری کیوں نہیں بجی؟ تو کہیں گے بھئی اس کے ساتھ اسکی میچنگ ہے جس کے ساتھ میچنگ ہے جس کا سگنل آیا اسی کی آواز آئے گی، آج کے زمانے میں کچھ بات سمجھنی نسبتاً آسان ہو گئی ہے، اسی طرح جو بندہ محنت کرتا ہے اور اس جگہ سے سننے کے لئے بیٹھتا ہے مجاہدہ کرتا ہے اس کو مراقبہ کہتے ہیں تو کچھ عرصہ کے بعد اللہ رب العزت اس کی فریکونسی کو اس کے ساتھ میچنگ کر دیتے ہیں اور اس کو اپنے دل سے اللہ اللہ کی ذکر کی کیفیت محسوس ہونی شروع ہو جاتی ہے اسلئے اس کو ذکر خفی کہا گیا کہ یہ بندہ خود ہی سن سکتا ہے اس کا تذکرہ

قرآن مجید میں بھی ہے مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ﴾ (ای فِیْ قَلْبِکَ) ذکر کرا اپنے رب کا اپنے نفس میں، اپنے من میں، اپنے دل میں، اسی کا نام ذکر قلبی ہے۔

ذکر قلبی کا ثبوت

سنیں قرآن عظیم الشان اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ اب یہاں لسانہ عن ذکرنا نہیں آیا، لوگ ذکر کی دلیلیں پوچھتے ہیں قرآن کی آیت بتا رہی ہے ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ تو قلب ذکر کرتا ہے اگر نا کرتا ہوتا تو پھر لسان کا نام لے دیتے، اور فرمایا ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ﴾ فِیْ لِسَانِکَ بھی فرما سکتے تھے، حدیث میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ جس ذکر کو فرشتے سنتے ہیں اس سے وہ ذکر جس کو نہیں سنتے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے فضائل ذکر میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی یہی حدیث پاک بیان فرمائی ہے، اللہ نے یہ ایسی فریکوینسی میچنگ کر دی نہ کوئی دوسرا بندہ سن سکتا ہے نہ کوئی فرشتہ سن سکتا ہے، اسی لئے اس کو خفی کہا گیا، اللہ نے اس کو خفی رکھا اور کیا فرمایا؟ فرمایا کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ایک راز ہے شاعر نے کہا

میانِ عاشق ومعشوق رمزیست
کراما کاتبیں را ہم خبر نیست

کہ عاشق اور معشوق کی ایسی میچنگ ہوتی ہے دماغوں کو اشارہ پاس کر جاتے ہیں کہ فرشتوں کو پتہ نہیں لگنے دیتے، لوگوں کو تو کیا پتہ ہوتا، فرشتوں کو پتہ نہیں لگنے دیتے اور واقعی یہ ذکر قلبی ایسا ہی ہے کہ بندہ اپنے دل میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور فرشتوں کو پتہ نہیں چلتا، حدیث پاک میں آیا کہ فرشتوں کو اس بندے سے خوشبو محسوس ہوتی ہے اور وہ لکھ دیتے ہیں کہ جی خوشبو آ رہی ہے قیامت کے دن اللہ تعالی پوچھیں گے کیا لکھا تم نے کہ جی خوشبو آتی تھی فرمائیں گے کہ ہاں تمہیں کیا پتہ میرا

بندہ اپنے دل مجھے یاد کررہا ہوتا تھا تمہیں اس کے دل سے خوشبو آرہی ہوتی تھی تو یہ ہے ذکر قلبی ،شریعت میں باقاعدہ ثبوت ملتا ہے۔

اللہ نے مشائخ پر کیا کھولا؟

جیسا کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر مختلف چیزیں کھولتے ہیں اسی طرح اللہ نے ذکر کے ان احوال کو مشائخ کے اوپر کھولا تو یہ مستقل ہمارے بزرگوں نے ایک علم بنا دیا، یوں سمجھ لیں جیسے فقہ کی تدوین ہوئی حدیث پاک کی تدوین ہوئی مدون کردیا گیا اس کے اصول وضوابط بنادیئے آج حدیث پاک کو پرکھنا ہو، تولنا ہو کہ راوی کیسا فلاں کیسا ؟ تو ماشاء اللہ اسماء الرجال کی کتابیں موجود ہیں اور اس میں جرح وتعدیل کے قوانین موجود ہیں، کسی حدیث پاک کو پرکھنے کے لئے راوی کو کیسے کیسے پرکھا جاتا ہے انہوں نے اس کو ایک علم بنا دیا، اسی طرح نبی علیہ السلام کے زمانے میں یہ ایک عام چیز تھی کہ [اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ] مقام معیت ہو بندے کو یا حضوری ہو یا اللہ تعالی کے ساتھ بندے کو خشیت ہو یہ موٹے موٹے لفظ تھے جو اس وقت شریعت میں استعمال ہوتے تھے مگر یہ نعمت انسان کو مل جاتی تھی اسکی مثال ایسے سمجھ لیں کہ پہلے زمانے میں جب ہم چھوٹے تھے تو انجینیر جب نام لیتے تھے تو جو بندہ آتا تھا وہ بجلی کا بھی ہوتا تھا وہ سول کا بھی ہوتا تھا وہ لکڑی کا بھی ہوتا تھا لوہے کا بھی ایک ہی ہوتا تھا سارے کام وہی کرجاتا تھا لیکن جیسے جیسے کام بڑھتا گیا آج بجلی کا انجینیر اور ہے لوہے کا اور ہے سول کا اور ہے، انجینیر بڑھتے چلے گئے پہلے زمانے میں ایک حکیم ہوتا تھا آنکھ بھی چیک اسی نے کرنی ہے دانت بھی اسی نے کرنے ہیں پیٹ بھی اسی نے کرنا ہے آج ماشاء اللہ آنکھ کا الگ ہے دانت کا الگ ہے تو الگ الگ ہوگئے۔

باطنی نعمت صحابہ کو کیسے ملی؟

اسی طرح نبی علیہ السلام کے زمانے میں باطن کی نعمت ایک جنرل نعمت تھی، ایک

8

نور تھا جو نبی علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے صحابہ کو مل گیا تھا، ان کو ضرورت نہیں پڑتی تھی چلّوں کی ،مجاہدوں کی، اگر اس وقت یہ کرنا ضروری ہوتا تو آج یہ فرض کہلاتے ،ان کو نفل کون کہتا؟ فرض ہوتا، جیسے نبی علیہ السلام نے کیا کرو بیٹھ کر، لیکن یہ نعمت تھی جس کو بتا دیا گیا تھا کہ بندے کے دل میں اللہ کی حضوری ہونی چاہئے کیفیت ایسی ہونی چاہئے اس نعمت کی کیفیت کی جو تفصیل تھی وہ اللہ تعالی نے امت کے مشائخ کے کندھوں پر ڈال دی اب تم اس کی تفصیل کھولو اور بتاؤ۔

کس کی کیا ذمہ داری؟

آسان سی بات ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں علم کی بڑی اہمیت بیان کی اب حاصل کیسے کرنا ہے اس کی تفصیلات کیا ہیں، اب اس میں صحاح ستہ بھی ہے اور اسمیں جو ہے درس نظامی بھی ہے تو یہ تفصیل تو اب بنی ہے آخر علماء متفق ہوگئے بھئی اس طریقے سے اگر چلو تو علم حاصل ہوجاتا ہے تو امت کے اجماع کی وجہ سے اسکی ایک حیثیت ہوگئی۔

اسی طرح اللہ تعالی نے یہ جو دفاع کرنا ہوتا ہے اس کے بارے میں فرمایا ﴿وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ﴾ کہ جتنا تم کرسکتے ہو اپنے اندر قوت پیدا کرو، یا اللہ روحانی قوت پیدا کریں؟ فرمایا ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ﴾ گھوڑے پالو، مطلب یہ کہ تم ظاہری تیاری کرو، اچھا اتنا تو بتا دیا لیکن آگے بندوں پر چھوڑ دیا ان کو کہا کہ دیکھو مقصود بتا دیتے ہیں تمہیں ﴿تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّاللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ﴾ جو اللہ کا دشمن وہ تمہارا دشمن وہ ڈرے اتنی تیاری کرو آج کے دور میں کون گھوڑوں سے ڈرتا ہے آپ دو کروڑ گھوڑے پال لیں تو دنیا ڈر جائے گی؟ کوئی نہیں ڈرے گا، آج کے دور میں ڈرانے کی چیزیں کچھ اور ہیں، تو اللہ تعالی نے جو آج کے دور میں حکام ہیں جرنیل ہیں، جو بڑے ہیں ان کے سروں پر یہ ذمہ داری ڈال دی کہ تم ایسی چیز تیار کرو کہ جس سے تمہارا دشمن ڈرے، تو پہلے زمانے میں فرض کرو کہ نیزے سے ڈرتے تھے تو آج ایک اور چیز ہے جو نیزے کی طرح جاتی ہے اس

سے ڈرتے ہیں تو آج اس کا مصداق وہ تیاری ہوگی، تو جس طرح اللہ تعالی نے علم کو علماء کندھوں پر ڈال دیا اسی طرح یہ دفاع جو ہے یہ حکام کے کندھوں پر ڈال دیا اور ٹھیک اسی طرح اللہ نے انسان کا جو تزکیہ نفس کا مسئلہ تھا یہ مشائخ کے کندھوں پر ڈال دیا۔

لطائف کی نشاندہی

مشائخ نے کہا کہ دیکھو بھئی کشف میں ہمیں یوں محسوس ہوا کہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ عام ہے، چند جگہوں کے ساتھ خاص ہے، جن جگہوں کے ساتھ خاص ہے انکو لطائف کہتے ہیں، ان جگہوں کی ہم نشاندہی کر دیتے ہیں اور ہم بتا دیتے ہیں کہ ان جگہوں پہ تم نے کیسے ذکر کرنا ہے۔

لطیفہ قلب پر ذکر کا طریقہ

چنانچہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ بھئی لطیفہ قلب جو ہے اس پر ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنی توجہ کو ساری دنیا سے ہٹا لو اور اللہ کی طرف کر لو اور یہ سوچو کہ اللہ رب العزت کی رحمت آ رہی ہے، میرے دل میں سما رہی ہے دل کی ظلمت سیاہی سب ختم ہو رہی ہے اور میرا دل پکار رہا ہے اللہ اللہ اللہ، یعنی دل بول رہا ہے میں سن رہا ہوں، جیسے آپ بیٹھ کر ٹیپ پر قرأت ہو رہی ہو بڑے پر سکون ہو کر سنتے ہیں، اسی طرح بیٹھ کر اپنے قلب کی اللہ اللہ کو سننا ہے، یہاں ایک تھوڑا سا مغالطہ ہے وہ یہ کہ کئی دفعہ سالک اللہ اللہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالاں کہ کرنا نہیں ہے، بلکہ سننا ہے، اسمیں سانس بھی بند نہیں کرنا، آپ نے کبھی ٹیپ سنتے ہوئے سانس بند کی ہے؟ نہیں، ٹیپ سنتے ہیں تو بڑے پر سکون ہو کر بیٹھ کر کان لگا کر سن رہے ہوتے ہیں، اسی طرح مراقبہ میں سالک نے سارے خیالات کو دل سے نکال کر اپنے دل کی طرف کان لگا دینے ہیں، کہ میرا دل بول رہا ہے اور میں سن رہا ہوں اب ﴿اَنَا عِنۡدَ ظَنِّ عَبۡدِیۡ بِیۡ﴾ میں بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جیسا

میرے ساتھ گمان رکھتا ہے، اب جو گمان لے کر بیٹھا ہے میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے تو پھر اللہ اس کے گمان کو پورا کریں گے یا نہیں کریں گے؟ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے فرمایا کائنات کی ہر چیز اللہ کا ذکر کر رہی ہے ﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ﴾ کائنات کی ہر چیز اللہ کا کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم انکی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو، ہمارا جسم بھی اللہ کا ذکر رہا ہے، مگر ہم نہیں سن سکتے جن کو اللہ توفیق دیدیتا ہے تو پھر ان کو قلب کا ذکر سنائی دیتا ہے، وان من شیء میں قلب بھی داخل ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ہے اللہ کا ذکر رہی ہے اللہ کی تسبیح کر رہی ہے لہذا ہمارا دل بھی تسبیح کر رہا ہے اور اگر دل کی تسبیح کو ہم سننے کے لئے توجہ کر کے بیٹھیں تو اللہ جس کو چاہے اس کو سنوا دیتے ہیں اس میں پھر کونسی مشکل ہے کہ ذکر قلبی کیا ہوتا ہے؟ ہم غافل ہیں ہمارے رشپشن خراب ہیں ہمیں سنائی نہیں دے رہا، جب ہم اپنی شکل کو شیشہ میں دیکھتے ہیں تو اس میں دکھانے کی صفت تو موجود ہے لیکن اگر مٹی کی تہہ چڑھی ہوئی ہو تو کہاں سے دکھے گا؟ کہنے والا کہے گا جی تہہ ہٹاؤ اور اپنا چہرہ دیکھو اسی طرح دل کے اوپر جو گناہوں کی تہہ آ جاتی ہے اس کو اتارنا ہوتا ہے ورنہ اس کے اندر تو چہرہ دکھانے کی صلاحیت موجود ہے اسی کا نام مراقبہ ہے کہ مراقبہ میں انسان اللہ کی طرف لو لگا کر بیٹھتا ہے ساری دنیا کے خیال ذہن سے نکال دیتا ہے اور بس اللہ کی طرف لو لگا کر سوچتا ہے کہ میرا دل اللہ اللہ بول رہا ہے میں سن رہا ہوں، شروع میں نہیں سنائی دیتا بلکہ ہم نے تو دیکھا کہ جو بندہ شروع میں مراقبہ کرنے بیٹھتا ہے اس کو عجیب وغریب خیال آنے شروع ہو جاتے ہیں وہ عجیب وغریب خیال ذہن میں کون لاتا ہے؟ شیطان لاتا ہے، کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ذکر کرنے بیٹھ گیا اگر اس کو سننا شروع ہو گیا تو میری چھٹی ہو جائے گی، اس لئے کچھ کرو لہذا جیسے انسان توجہ کرتا ہے بس اس کے ذہن میں ایک ریل چلنی شروع ہو جاتی ہے، کبھی پرانے خیال آنے شروع ہوتے ہیں کبھی اُس کا خیال کبھی اِس کا خیال، پھر انسان پریشان

ہوتا ہے، کہتا ہے جی مراقبہ میں گندے خیال آتے ہیں حالانکہ خارج مراقبہ نہیں آتے، وہ تو شیطان کا حملہ ہے اس وقت وہ وار کررہا ہوتا ہے۔

ایک مثال

اب اس کی مثال ایسے سمجھیں کہ جیسے ایک کمرے کے اندر بلی نے پاخانہ کردیا اب آپ جیسے ہی دروازہ کھولتے ہیں آپ کو اسی وقت بدبو آنی شروع ہوجاتی ہے آپ پھر دروازہ بند کردیتے ہیں کہتے ہیں جی کیا کریں دروازہ کھولتے ہیں بوآتی ہے، بھئی بلی نے پاخانہ کیا ہوا ہے بوتو آئے گی اب اگر آپ اس کو صاف کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بوکو برداشت کرواور اس گند کو وہاں سے نکالو اور وہاں پر روم فریشنر سے اسپرے کرو پھر اس کے بعد بو کا نام ونشان مٹ جائے گا، اسی طرح ہمارے دل کے کمرے میں شیطان بلی نے پاخانہ کیا ہوا ہے گناہوں کی نجاست کا، جب تھوڑا توجہ کرکے بیٹھتے ہیں دل کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے ہیں تو جو پہلے سے پڑا ہوا ہے اس نجاست کی بوآتی ہے ظاہر ہے ہم نے جو کیا ہے وہی نظر آئے گا، جو ہم نے اب تک زندگی گذاری وہی فلم چلے گی، دیکھو دیہاتی بندے کو کھیتی سے متعلق خیال آئیں گے اور کارخانے والے کو مشینری کے خیال آئیں گے، تو جیسے زندگی کا بیک گراؤنڈ ہوگا ویسا ہی بندہ دیکھتا ہے، تو جیسی زندگی گذری ہوئی ہوتی ہے ویسے خیال آنے شروع ہوجاتے ہیں تو اس کو برداشت کریں بس آپ یہ کہیں کہ میرا کام ہے بیٹھنا بس مجھے بیٹھنا ہے۔

مراقبہ کتنا کریں؟

اور اللہ کی یاد میں ابتداء میں زیادہ دیر کے لئے بیٹھیں، غلطی کیا کرتے ہیں کہ مراقبہ کرتے ہیں تین منٹ کا پانچ منٹ کا واہ بھئی واہ لیلیٰ پوچھے مجنوں سے کتنی دیر یاد کرتے ہو آگے سے وہ جواب دے کہ پانچ منٹ وہی حال ہمارا ہے کہ ہم بھی ماشاء اللہ اپنے اللہ کے لئے وقت کتنا نکال تے ہیں؟ پانچ منٹ، نہیں پانچ

منٹ سے کام نہیں بنے گا دیکھو کچھ ایسے کام ہوتے ہیں کہ جن میں مقدار کا تعلق ہوتا ہے مثال کے طور پر بخار ہوگیا ڈاکٹر نے آپ کو دس گولیا دیں اور کہا جناب صبح شام ایک ایک گولی کھائیں پانچ دن کا کورس ہے اینٹی بایوٹک ہے بخار اتر جائے گا آپ نے کہا اچھا بھئی کھانی تو ہیں دس گولیاں میں ایک ایک گولی روز کھالیتا ہوں آپ نے ایک ایک گولی کھاتے کھاتے دس دن میں مکمل کردی مگر بخار نہیں اترا اب آپ ڈاکٹر کے پاس گئے جناب بخار نہیں اترا دس گولیا تو ساری کھالیں وہ پوچھیگا کہ تم نے دوائی ٹھیک سے استعمال کی؟ جب آپ تفصیل بتائیں گے تو آگے سے کہے گا روزانہ کی مقدار ڈبل ہونی چاہئے تھی وہ آپ نے آدھی لی اسلئے بخار نہیں اترا، اسی طرح مراقبہ کرتے ہیں سالک پانچ منٹ ہاں اگر پانچ کے ساتھ صفر لگاتے پچاس منٹ ہوجاتا تو معصیت کا بخار اتر جاتا، اسمیں مقدار کا تعلق ہے لھذا جم کر بیٹھیں، بیٹھے بغیر کام نہیں چلتا۔

انتظار کی گھڑیاں

دیکھئے دنیا کے جتنے بھی حکام اور بڑے ہوتے ہیں ان سے ملاقات کے لئے کوئی کوشش کرے تو انتظار کرنا پڑتا ہے حولدار سے ملو تو بیٹھو انتظار کرو، ڈی آئی جی سی سے یا وزیر سے ملو تو انتظار، اور وزیر اعظم سے وقت لینا ہو تو میرا خیال ہے کہ مہینوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے تب جا کر وقت ملتا ہے تو پھر رب کائنات بھی تو بڑا ہے نا، بھئی تم مالک حقیقی سے ملاقات چاہتے ہو تو ذرا بیٹھو انتظار میں، اب ہم انتظار کرنے سے گھبراتے ہیں اس سے گھبرانا نہیں ہے بس بیٹھنا ہے، ہمارا کام ہے بیٹھنا، پہلے دن جب بیٹھیں گے تو سو برے خیال آئیں لیکن جب دو چار دن بیٹھتے رہیں گے تو ۹۹ خیال برے مگر ایک خیال ان میں اللہ کی طرف والا بھی آئے گا، پھر بیٹھتے رہیں گے تو ۹۸ برے اور دو خیال اللہ کی طرف والے بھی آئیں گے، یعنی اچھے بڑھتے جائیں گے اور برے گھٹتے جائیں گے حتی کہ کچھ عرصے کے بعد ذکر میں ایسی جاذبیت ہوگی کہ انسان سر جھکائے گا اور اللہ کی یاد میں ڈوب جائے گا۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مراقبہ صرف بیٹھ کر ہی کر سکتے ہیں؟

مراقبہ بیٹھ کر کرنا چاہئے ، اگر کوئی واقعی تنگی ہو رہی ہے تھک گئے ہو تو بھئی لیٹ کر کر لو، ٹیک لگا کر کر لو۔﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ اللہ تعالی نے تینوں حالتوں میں ذکر کے لئے اجازت دیدی ہے کرنا مقصد ہے، اچھا شروع شروع میں محسوس ہوگا یہ گردن میری ٹوٹ جائے گی تو نفس کو کہیں کہ بھئی ٹوٹنے دیں کوئی بات نہیں، حالاں کہ یہ ٹوٹے گی نہیں، جو گھنٹوں مراقبہ کرتے تھے ان کی نہیں ٹوٹی تمہاری منٹ والوں کی کیا ٹوٹے گی، تو اس لئے اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، کئی لوگ بیٹھتے ہیں ان کو اپنے پاؤں فوراً سن ہوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اس سے بھی نہ گھبرائیں اسلئے کہ جب انسان بیٹھتا ہے تو اس کے جسم کا وزن اس کی پنڈلیوں پر آتا ہے تو پنڈلیوں کے اندر خون کی رگیں دبتی ہیں جس کی وجہ سے درد ہو رہا ہوتا ہے مگر اللہ نے ایسا سسٹم بنایا ہے انسان کا کہ اگر راستہ بلوک ہو گیا کسی وجہ سے اور خون نہیں جا رہا تو دماغ خود بخود بائی پاس بنانا شروع کر دیتا ہے اسلئے جب ایک بندہ متواتر ایک جگہ بیٹھا رہے تو اس کے بائی پاس راستے بن جاتے ہیں پھر اس کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑا خٹک والے) بخاری شریف کا درس دیتے تھے اور ان کا درس تین گھنٹے کا ہوتا تھا تین گھنٹے وہ آکر التحیات کی حالت میں بیٹھتے تھے اور اللہ کی شان کہ ان کی عادت تھی کہ بخاری شریف نیچے اسٹول پر نہیں رکھتے تھے، دونوں ہاتھوں میں بخاری شریف لے کر بیٹھتے تھے، کم از کم تین چار کلو تو بخاری شریف کی جلد کا وزن ہوتا ہے پھر یہ بھی نہیں کہ ان کے بازو کے نیچے سپوٹ ہوتے تھے اللہ کی شان عادت تھی ان کی جیسے بندہ دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے ایسے بخاری شریف لے کر بیٹھتے تھے، تین گھنٹے بغیر حرکت کئے ہوئے اپنی تقریر فرماتے تھے اور طلبہ کا یہ

حال کہ پریشان ہیں کبھی ادھر ٹیک لگا رہے ہیں کبھی ادھر لگا رہے ہیں تنگ ہوتے تھے اور حضرت ماشاء اللہ پوری زندگی ان کا یہ معمول رہا شروع میں مجاہدہ انہوں نے کاٹا ہوگا لیکن اب ان کے بائی پاس راستے بن گئے تو ان کو ایسے ہی محسوس ہو رہا ہے جیسے نارمل بیٹھے ہوئے ہیں حالاں کہ تین تین گھنٹے گذر جاتے تھے انہیں کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی، تو یہ مراقبہ میں بیٹھتے ہوئے پاؤں کا سن ہونا گردن کا تھک جانا یہ کوئی چیز ہی نہیں ہے دھیان ہی نہ دیں اس طرف یہ خود بخود سب ٹھیک ہو جائے گا۔

حضرت مولانا حسین علی

ہمارے ایک بزرگ تھے حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والے بڑے موحد تھے اللہ اکبر بہت سادہ تھے ٹھوس پنجابی بولتے تھے جیسے دیہاتی لوگ ہوتے ہیں مگر اللہ نے ان کو عجیب توحید کا نور دیا تھا، ہمارے حضرتؒ (حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی) نے ان سے قرآن مجید کا علم حاصل کیا تھا، حضرت فرماتے ہیں کہ بس سادہ سی طبیعت تھی دھوتی باندھتے تھے، دیہاتی سے بندے لگتے تھے، ایک مرتبہ ملتان کے اندر جلسہ تھا سارے لوگ اسٹیشن پر ان کا انتظار کر رہے تھے، اور حضرت صاحب چپ چاپ مجمع میں پہنچے ہوئے تھے، طبیعت میں ایسی بے نفسی تھی کہ میں اسٹیشن پہ انسے استقبال تھوڑے ہی کرواؤں گا میں تو استقبال کے قابل ہی نہیں ہوں وہ اترے اور پہنچ گئے مجمع میں اس مجمع میں عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کا بھی بیان تھا اب لوگ تو آئے عطاء اللہ شاہ صاحب کی تقریر سننے عوام کالانعام تو ہوتے ہیں ان کو تو کوئی گا کر لہجہ بنا کر تقریر پڑھ دے سنا دے تو وہ تو اس پر فدا ہو جاتے ہیں، ان کو تو علمی نکات، معارف کا پتہ ہی نہیں ہوتا، لہذا پہلے حضرت مولانا حسین علی کو انہوں نے کھڑا کیا تقریر کے لئے ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک آیت پڑھی، پورے مجمع میں جو طلبہ یا علماء تھے ان کے دلوں کو تڑپا کر رکھ دیا، بس اتنا پڑھا﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَاباً وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَإِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئاً لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿﴾

کہنے لگے انہوں نے ایسے انداز سے آیت پڑھی کہ آیت پڑھ کر علماء کے دلوں میں توحید کا نور بھر دیا حضرت فرماتے تھے سالوں گذر گئے ہیں میں آج بھی اس آواز کو محسوس کر رہا ہوں اور اس آواز کی ٹھنڈک سے جو میرے دل میں اللہ کی عظمت پیدا ہوئی وہ مجھے آج بھی محسوس ہوتی ہے، بس انہوں نے چند منٹ بات کی اور کھڑے ہوگئے، پھر شاہ عطاء اللہ صاحب جو تھے وہ بیان کے لئے آئے پھر انہوں نے مجمع کو سمجھایا انہوں نے کہا لوگو تمہیں کیا پتہ آپ لوگ تو میری تقریر کے انتظار میں ہو جس بزرگ نے تقریر کی ہے نا ان کی پانچ منٹ کی تقریر پر میں پورے سال تقریریں کر کے روٹیاں کھاتا ہوں، یہ عطاء اللہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ جس بزرگ نے پانچ منٹ تقریر کی ہے اس نے پانچ منٹ میں اتنا کچھ کہہ دیا، دل میں ڈال دیا کہ اب میں پورا سال اس پانچ منٹ کی وجہ سے تقریریں کر کے روٹیاں کھاؤں گا۔

ان کی ایک عادت تھی کہ لمبا مراقبہ کرتے تھے کتنا کہ ان کی خانقاہ میں عشاء کے بعد مراقبہ ہوتا تھا جس کی اختتامی دعا نہیں ہوتی تھی، کیا مطلب؟ کہ بس حضرت مراقبہ میں بیٹھ جاتے اور سارے سالکین مراقبہ میں بیٹھ جاتے اس کے بعد سب کو اجازت تھی بھئی جو تھک جائے وہ چلا جائے ایک جاتا دوسرا جاتا تیسرا جاتا جاتے جاتے ایک وقت آتا، رات کے آخری پہر میں کہ سارے ہی چلے جاتے حضرت آنکھ کھولتے اور چاروں طرف دیکھتے کوئی نہیں، اٹھ کر تہجد کی نیت باندھ لیا کرتے تھے، اختتامی دعا ہی نہیں ہوتی تھی پوری پوری رات مراقبہ میں رہتے تھے

ایک واقعہ

ہمارے حضرت سید زوار حسین شاہؒ ایک مرتبہ ایک خلیفہ کے پاس گئے ملاقات کے لئے، چلو بھئی دس منٹ ملاقات کر کے آئیں گے تو وہ کہنے لگے کہ آپ آئے

ہیں تو تھوڑا مراقبہ کرتے جائیں فرمانے لگے کہ بہت اچھا، کہنے لگے مراقبہ میں بٹھا دیا بیٹھے بیٹھے نہ ہل رہے ہیں نہ جل رہے ہیں کہنے لگے ایک گھنٹہ گذر گیا حتیکہ دوسرا گھنٹہ گذر گیا حتی کہ اسی جگہ بیٹھے بیٹھے تیسرا گھنٹہ گذر گیا کہنے لگے ہم نے واپس اپنے کاموں پہ بھی آنا تھا اور ہمیں اب بے چینی شروع ہوگئی ہماری بے چینی جب انہوں نے محسوس کی تو مراقبہ ختم کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کی بے چینی کی وجہ سے میں دعا تو کروا دیتا ہوں آئندہ آیا کرو تو مراقبہ لئے وقت لے کر آیا کرو تین گھنٹے بٹھا بھی دیا اور تین گھنٹے بٹھا کر فرمایا آیا کرو تو مراقبہ کا وقت لے کر آیا کرو، اصل میں، جن لوگوں کو اللہ رب العزت کی محبت کی وہ لذت محسوس ہونی شروع ہو جاتی ہے ان کا دل بیٹھا رہتا ہے، آپ بچوں کو دیکھو گیم کھیلنے بٹھا دو انکو ایک گھنٹے کا پتہ بھی نہیں چلتا آپ کہیں بیٹا ایک گھنٹہ گذر گیا وہ کہے گا ابو ابھی تو دس منٹ نہیں گذرے حتی کہ آٹھ آٹھ گھنٹے بیٹھ کر بچے گیم کھیلتے ہیں تھکتے نہیں ہیں اللہ والوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے کئی کئی گھنٹے مراقبہ کرتے ہیں اللہ اکبر، تو اس میں مراقبہ میں دل کی گرہ کھلے دل سے انسان کو اللہ اللہ محسوس ہونا شروع ہو جائے اس کا راز لمبا بیٹھنے میں ہے، یہ یاد رکھیں دو منٹی تین منٹی پانچ منٹی مراقبہ سے لطیفہ نہیں کھلتا۔

ہر چیز کا ایک معیار ہے

جیسے زمین کے اندر اگر سو فٹ پہ پانی نکلتا ہے تو اسمیں پچاس پچاس فٹ کے ایک لاکھ بور بھی کر دو تو پانی نہیں نکلے گا اور سو فٹ کا ایک بور کرو گے تو پانی نکل جائے گا، بس یہی ہے راز کہ اللہ نے وقت کا ایک معیار متعین فرمایا ہے اتنا وقت بیٹھنے کے بعد اللہ نے یہ سنوا دینا ہے، تو وہ تو ہمیں پورا کرنا ہی پڑے گا چاہے لیٹ کے کر لیں، چاہے ٹیک لگا کے کر لیں، چاہے بیٹھ کے کر لیں، لیکن کریں، انتظار کی گھڑیاں پوری کئے بغیر لطیفہ نہیں کھلتا بس یہ موٹا سا راز ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے اس لئے جس نے بھی پایا اس نے لمبے مراقبے سے پایا، منٹوں سے کچھ نہیں ہوتا گھنٹوں سے کام بنتا ہے۔

یادوالے آج بھی ہیں

ہم لوگ جب اپنے زمانہ طالب علمی میں تھے یونیورسٹی میں اور ساتھ ہی اذکار بھی کررہے تھے تو اس زمانہ میں ہمیں حضرت نے یہ بات سمجھائی کہ بھئی مراقبہ کرو گے تو کچھ بنے گا، تو ہمیں یاد ہے کہ ہمارا ایک عام معمول تھا تین گھنٹے کا مراقبہ یہ روز کا معمول تھا بلکہ تین گھنٹے بے حرکت مراقبہ کرتے تھے تین گھنٹے میں ہاتھ ہل جاتا تھا تو کہتے تھے اب سے تین گھنٹے اور چھٹی کے دنوں میں جب یونیورسٹی کا کام نہیں ہوتا تھا پانچ گھنٹے مراقبہ کرنا چھ گھنٹے مراقبہ کرنا کوئی مسئلہ ہی نظر نہیں آتا تھا ابھی چند دن پہلے کسی نے خط لکھا اس نے کہا جی آج میں نے آٹھ گھنٹے مراقبہ کیا تو آج بھی لوگ ایسے موجود ہیں آٹھ آٹھ گھنٹے مراقبہ میں بیٹھتے ہیں ناشتہ کرکے بیٹھتے ہیں ظہر کے وقت سر اٹھاتے ہیں ملکہ ہوجاتا ہے اور اس میں بندے کو تکلیفیں ہوتی ہیں انہیں مزہ آتا ہے۔ اللہ اکبر

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

جمال یار کے مشاہدے سے جیسے کسی کا دل نہیں بھرتا انکا بھی دل نہیں بھرتا یقین کیجئے کہ ہم اپنے زمانہ طالب علمی میں جب مراقبہ کے لئے بیٹھنے لگتے تھے تو دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگتے تھے اللہ کوئی ڈسٹرب کرنے والا نہ آجائے کوئی دروازہ نہ کھٹکھٹا دے کوئی بیل نہ بجادے کوئی مصیبت نہ آجائے ہم اس کو مصیبت سمجھتے تھے دو رکعت پڑھ کر دعا مانگتے تھے یا اللہ ڈسٹرب کرنے والوں سے بچا دینا میں بیٹھنا چاہتا ہوں، لہذا سکون سے بیٹھیں اس کی لذت ہی ہم نے نہیں چکھی اسلئے ہمیں مراقبہ کرنا مشکل نظر آتا ہے کہنے والے نے کہا تھا کہ

لطف میں تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

پی کے تو دیکھیں ذرا، مخلوق کی محبتوں میں اتنا مزہ ہے تو اللہ کی محبت کا مزہ کیا ہوگا

وہ جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

بس دل میں انسان اللہ کو یاد کرتا ہے ایسا مزہ آتا ہے کہ انسان کی زندگی میں رنگ بھر جاتا ہے

زندگی ہے امر اللہ زندگی ایک راز ہے
قلب کہے اللہ اللہ زندگی کا ساز ہے

یہ زندگی کا ساز ہے آپ نے دیکھا ہے بعض لوگ ہیں وہ ڈرائیونگ کرتے ہیں نعت لگا دیتے ہیں، تلاوت لگا دیتے ہیں، جو آزاد قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ میوزک لگا دیتے ہیں گانا لگا دیتے ہیں تو کبھی ان سے پوچھیں کہ بھئی تم یہ کیوں لگاتے ہو تو وہ کہتے ہیں، جی جب ہم ڈرائیونگ کررہے ہوتے ہیں بیک گراؤنڈ میوزک جو ہے یہ ذرا اچھی لگتی ہے بندہ فریش ہوجاتا ہے، اللہ تعالی نے ہر بندے کے لئے باطن میں یاد الہی کی بیک گراؤنڈ میوزک بنادی ہے بس ہم اس میوزک کا بٹن اون کرنا نہیں جانتے اگر ہمیں اون کرنا آجائے تو یہ اللہ اللہ کی ایسی میوزک شروع ہوگی دن رات صبح شام بلکہ وہ میوزک تو کار میں ہے باہر میں نہیں گھر تو میں ہے تو بازار میں نہیں بازار میں ہے تو فلاں جگہ نہیں پہاڑ کی چوٹی پہ نہیں یہ تو ایسی ہے آپ گھر میں ہیں بازار میں ہیں پہاڑ میں ہیں دن میں ہیں رات میں ہیں صحت مند بیمار جس حال میں ہیں یہ اللہ اللہ کی صدا ہر وقت آپ کو سنائی دے رہی ہے اس کیفیت کے بعد ہمارے بزرگوں نے کہا کہ جو دم غافل سو دم کافر جو سانس غفلت میں گذر گیا یوں سمجھ لو کہ وہ سانس کفر کی حالت میں گذر گیا ایک سانس کی جو دیر ہوتی ہے اتنی دیر بھی بندہ اللہ سے غافل نہیں ہوتا

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی

اس شہنشاہ سے ایک لحمہ کے لئے بھی تو غافل نہ ہونا ہوسکتا ہے اسی ایک لحمہ

میں شاہ تیری طرف متوجہ ہواور تو آگاہ ہی نہ ہو، تو یہ اللہ والے ایک لمحہ بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ اللہ اکبر کبیرا

لذتوں کی دنیا

تو بھئی یہ نعمت جو ہے اگر اس کا مزہ ہمیں مل جائے تو ہم تو کہیں گے کہ یار پہلے ہم زندگی کیا گذارتے تھے ایک مثال سے سمجھیں کہ جیسے بچپن میں انسان چھوٹا ہوتا ہے گڑ کھاتا ہے تو اس کے نزدیک سب سے بڑی مٹھائی گڑ ہوتی ہے۔ بچہ جو ہوا اب جب جوان ہو جاتا ہے شادی ہو جاتی ہے اور اب کسی شادی شدہ بندے کو گڑ کی ڈلی دیں گے کہ جی آج آپ گھر نہ جائیں تو ہنسے گا کہے گا کیا بیوقوفی کی بات کر رہے ہیں، گڑ کی ڈلی کا مزہ اور ہے پھول کی کلی کا مزہ کچھ اور ہے تو جیسے اس مزے کو جاننے والے گڑ کے مزے پہ ہنستے ہیں ٹھیک اسی طرح جو لوگ ذکر قلبی کے مزے پا لیتے ہیں وہ پھر دنیا کی کھانے پینے کی لذتوں کے مزے پر ہنسا کرتے ہیں یہ کیا مزے ہیں جن کے پیچھے بھاگے پھرتے ہو۔

مرغ دل را گلشن بہتر ز کوئے یار نیست
طالب دیدار را ذوقِ گل گلزار نیست
گفتم از عشق بتاں اے دل چہ حاصل کردہ ای
گفت مارا حاصل جز نالا ہائے زار نیست

دنیا کے محبوبوں سے کیا ملنا ہے رونا دھونا اور اس کے سوا کیا، یہ جو مخلوق کا عشق ہے یہ عذاب الٰہی ہے اور جس کو عذاب ہو اس کو سکون نہیں ہوتا، کسی پل چین نہیں ہوتا اسلئے جس کو یہ فسق مل جائے اس بیچارے کو چین نہیں ہوتا نہ دن کو چین ہوتا ہے نہ رات میں، راتوں کو جاگتے ہیں کھانا نہیں ہوتا زندگی میں ان کو سکون ہی نہیں ہوتا انسان خود آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ یہ بیچارا عذاب میں مبتلا ہے اس کے بالمقابل اللہ رب العزت کے عشق میں جو ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اتنی پرسکون زندگی ان کو بیٹھا کے دروازہ بند کر دو دوسرے دن آ کر کھولو اپنی جگہ آرام سے بیٹھے ہوں گے

ایسی پرسکون زندگی ہوتی ہے

لمحات اعتکاف کی قدر کریں

تو یہ نکتہ ذہن میں رکھیں کہ انسان کے لطائف کھلنے کے لئے ابتدا میں گھنٹوں انتظار میں بیٹھنا پڑے گا ہاں جب لطائف کھل جائیں اور وہ اللہ اللہ کی کیفیت محسوس ہونے لگ جائے پھر انسان اگر تھوڑی دیر بیٹھے اور باقی چلتے پھرتے بھی کرتا رہے تو لطائف تازہ رہتے ہیں یہ ابتدائی مجاہدہ ہے اسکی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے انجن اگر چلانا ہو تو شروع میں دس بندے مل کر کھینچو تو انجن چلے گا لیکن جب چل جاتا ہے پھر دس بندے تو نہیں کھینچتے انجن خود چل رہا ہوتا ہے اسی طرح شروع میں اس دل کے انجن کو اسٹارٹ کرنے کے لئے بیٹھنا پڑتا ہے تو بنیادی نکتہ یہ سمجھیں کہ آپ جتنا وقت ملے اتنا وقت مراقبہ میں بیٹھیں اور اس کے لئے بہترین موقع اللہ نے اعتکاف کا دیدیا اب دس دن کے لئے اللہ نے قالبی یکسوئی عطا فرمادی سب چھوڑ چھاڑ کر ادھر آ گئے مسجد سے تو نکل نہیں سکتے تو اللہ نے اگر قالبی طور پر تبتل عطا فرمادیا تو بھئی قلبی تبتل بھی تو لے لیجئے اگلا کام تو ہمیں خود کرنا ہے۔

بچہ سے سبق حاصل کریں

ذکر کرنا ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ یہ تبتل کے مقام تک پہنچنا ہے ہمیں تو یہ بہت اچھا موقع اللہ نے دیدیا کہ دس دن کے لئے ویسے ہی مسجد میں رہنا ہے قالبی تبتل اللہ نے ویسے نصیب فرمادیا اپنی رحمت سے اب قلبی تبتل حاصل کرنے کے لئے ہمیں مراقبہ کرنا ہوگا تو آپ جب بھی معاملات سے فارغ ہوں ادھر کونے میں ادھر کونے میں بس بیٹھ جائیں ادھر ادھر کا خیال نہ کریں کہ یہ دیکھ رہا ہے وہ دیکھ رہا ہے بچے کو جب کوئی چیز لینی ہوتی ہے ایسا روتا ہے کہ ذرا بھی نہیں دیکھتا ہے کہ کون ہے اور کون نہیں اس نے کبھی سوچا کہ امی بیٹھی ہے ہمسائی آئی ہوئی ہے یا خالہ یا ابو آئے

ہوئے ہیں، جوکوئی بھی ہورو تا ہے یہاں تک کہ اس کو مقصود مل جاتا ہے،تو ہمارا بھی یہی حال ہونا چاہئے جب ہمیں ایک چیز اللہ سے لینی ہے تو بھئی ہم بیٹھیں صف میں جاکر سنتیں پڑھ کر باقی جو وقت بچے اس میں مراقبہ کریں،آپ تلاوت کریں باقی وقت مراقبہ کریں، جتنا زیادہ مراقبہ کریں گے اتنا جلدی آپ کے یہ لطائف کھلیں گے پھر مشق ہوجائے گی، ذکر کی کیفیت محسوس ہونی شروع ہوجائے گی، یہ عجیب چیز ہوتی ہے۔

ہرن کا جوبن

جانوروں میں ہرن کی ایک خاص قسم ہے اس کو کہتے ہیں نافہ، نافہ اسلئے کہتے ہیں کہ اسکی ناف کے اندر سال کے خاص حصہ میں مشک پیدا ہوتا ہے ہم نے ایک مرتبہ پرفیوم والوں کے پاس جاکر پوچھا انہوں نے ہمیں دکھایا، ناف کے اندر ایک چیز پیدا ہوتی ہے اور اس چیز کو مشک کہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سال کے جس حصہ میں اسکے ناف میں وہ خوشبو بنی ہوتی ہے تو جب یہ اس کو خود محسوس کرتا ہے تو اس پر جوبن کی کیفیت ہوتی ہے، یہ چھلانگیں لگاتا ہے، دوڑتا ہے، بھاگتا ہے نہ اسے نیند کی پرواہ ہوتی ہے، اس کی طاقت بڑھی ہوئی ہوتی ہے کھانے کی پرواہ نہیں ہوتی، عجیب اس کے اوپر جوانی کا نشہ ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح اللہ والوں کی مثال اس نافے کی مانند ہوتی ہے ان کے قلب کے اندر ایسا مشک پیدا ہوجاتا ہے یاد الٰہی کا کہ بس وہ ذرا سونگھتے ہیں ان پر ایک جوبن چڑھ جاتا ہے رات رات نظر نہیں آتی دن دن نظر نہیں آتا ﴿رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلاًوَّنَھَاراً﴾ اس کا مصداق بن جاتے ہیں۔

ہمت وکوشش سے کام بنتا ہے

تو ہم اس گرہ کو کھولنے کے لئے اس دفعہ کوشش کریں، بالخصوص کچھ وقت لگائیے اور ذرا چند دن لگا کر پھر اس کا مزہ دیکھئے آپ کو جب مزہ آئے گا تو آپ اپنی گذری

ہوئی زندگی پر افسوس کریں گے کہ کاش مجھے یہ پہلے نصیب ہوجاتا ہم نے اکثر نوجوانوں کو دیکھا کہ شادی کے بعد کہتے ہیں کاش کچھ سال پہلے ہوجاتی، بالکل اسی طرح جب ذکر قلبی ملتا ہے تو دل کہتا ہے کاش کہ یہ کچھ سال پہلے ہی مل جاتا تو مزہ آجاتا، تو اللہ تعالی سے یہ نعمت مانگئے یہ مانگنے کی چیز ہے اسکو تمنا بنا کر مانگئے کہ یا اللہ میں آپ کی حضوری والی زندگی گذارنا چاہتا ہوں آپ سے غفلت والی زندگی نہیں گذارنا چاہتا، بس میرے دل میں ہر وقت آپ کی یاد ہو ایسی زندگی عطا فرما۔

اس کا طریقہ یہی ہے کہ پہلا سبق ہے لطیفہ قلبی، ذکر قلبی شروع کردیجئے ایک دفعہ ذکر کی جڑ لگ گئی پھر آگے دیکھنا، لیکن پہلے آپ اس کے پیچھے لگے گیں پھر یہ آپ کو لے کر چلے گا، جیسے چائے کی عادت، شروع میں لوگ زبردستی پلاتے ہیں پھر چائے کی عادت ہوجاتی ہے پھر بندہ زبردستی پیتا ہے کہتا ہے جی پلاؤ، مجھے چائے کے بغیر نیند ہی نہیں آتی، ایک صاحب کو چائے کے بغیر نیند نہیں آتی تھی ہم سمجھتے ہیں کہ چائے پیو تو نیند آتی نہیں وہ کہتا ہے نہیں میں تو چائے پیتا ہوں تب مجھے نیند آتی ہے، وہ چائے پی کر پر سکون ہوجاتا تھا، تو یہ ایسا ہی ہے اس لئے

ہمارے بزرگوں نے کہا مبتدی کے لئے ذکر دوا کی مانند ہے اور منتہی کے لئے ذکر غذا کی مانند ہے، اب غذا کے لئے کوئی مشکل کرنی پڑتی ہے دنیا میں سب سے درست گھڑی پیٹ کی گھڑی ہے، اپنے ٹائم پر الارم دیدیتی ہے اور اس کے بعد پھر ایسی بھوک لگتی ہے کہ بس بندے کے حواس باختہ ہوجاتے ہیں پوچھنے والا پوچھتا ہے کہ دو اور دو کتنے ؟ تو کہتا ہے چار روٹیاں، بھوک جو اتنی لگی ہوتی ہے، بالکل اسی طرح یہ ذکر جب جڑ پکڑ لیتا ہے پھر اس کے بعد بندے کو یہ ملنے نہیں دیتا پھر شیطان ایسے بندوں سے دور رہتا ہے وہ کیسے قریب آئے جب دل ہی ہر وقت اللہ کے ذکر میں لگا رہتا ہے یہ وہ بندے ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ﴿اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡھِمۡ سُلۡطَانٌ﴾ شیطان کو کہا کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا داؤ نہیں چل سکتا ہے، ان کے دل میری یاد میں رچ بس گئے ہیں۔

فنائیت والے کا حال

دست بکار دل بیار

بس ہاتھ کام کاج میں مشغول اور دل اللہ کی یاد میں مشغول اور اگر اس کو زیادہ کیا جائے اور اسمیں فنائیت کا مقام آجائے سبحان اللہ وہ فنائیت کا تو کچھ کام ہی اور ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں اپنے مکتوبات میں کہ جس بندے کو فنائیت نصیب ہو جائے ذکر میں یعنی ذکر کے اندر رسوخ حاصل ہو جائے فرماتے ہیں اس کو ہزار سال کی زندگی دیں اور کہیں کہ وہ اللہ کو بھول کر دکھائے وہ اللہ کو بھول نہیں سکتا فرماتے ہیں کہ اب وہ ایک ایسے پوئنٹ پر جا کر پہنچ گیا۔

بھلانا بھی چاہو بھلا نہیں سکو گے

اس کو کہتے ہیں point of No return وہ مقام جہاں سے بندہ واپس نہیں آسکتا، اسلیئے ہمارے اکابر نے لکھا ہے کہ فنائے قلبی تک اپنے آپ کو انسان جلدی سے پہنچائے تاکہ شیطان کے حملوں سے انسان محفوظ ہو جائے اللہ سے مانگے اللہ ہمیں بھی وہ نعمتیں دے کہ ہم بھی اس مقام تک پہنچیں، بھلانا بھی چاہو بھلا نہیں سکو گے، ہم بھولنا بھی چاہیں تو نہیں بھول سکیں گے، کئی لوگوں کی یاد ایسی دل میں ہوتی ہے بھولنا بھی چاہیں تو بھولتے ہی نہیں ہیں ایک صاحب نے کہا تھا کہ

کہ روز کہتا ہوں بھول جاؤں انہیں
روز یہ بات بھول جاتا ہوں

واقعی ہمارے اکابر نے ایسی زندگیاں گذاریں کہ ان کو اللہ کی ایسی یاد نصیب ہوگئی کہ پھر ایک لمحہ بھی ان کے دل سے اللہ کی یاد نہیں گئی، یہ ہے زندگی یہ نعمت اللہ سے لینے کی چیز ہے، انشاء اللہ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمارے لئے بھی آسان فرما دیں ،لیکن اس کی بنیاد یہ ہے کہ آج آپ یہ نیت کریں کہ رات کا وقت ملے دن کا وقت

ملے جب بھی ملے بس آپ جہاں ہیں بیٹھ کر مراقبہ کریں ٹیک لگا کر کریں لیٹ کر مراقبہ کریں بس آپ اپنے دل کی طرف متوجہ ہوں ایک دوسرے سے پھر بات کرنے کو دل ہی نہیں چاہے گا، جب ادھر دل کی طرف دھیان لگ گیا نا پھر ایسا مزہ آئے گا کہ پھر دل ہی نہیں چاہے گا کہ کسی انسان سے بات کریں آپ کا دل چاہے گا کہ میں اللہ کی یاد میں لگا رہوں ایسے یکسو ہو کر ذکر کریجئے اللہ تعالی اس ذکر کا حاصل ہونا ہمارے لئے آسان فرما دیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ایک دعا

یا رب درون سینہ دل باخبر بدہ
در بادہ نشہ را نگرم، آں نظر بدہ،
ایں بندہ راں کہ بانفس دیگراں نزیست
یک آہ خانہ زاد مثال سحر بدہ